



۷۰/۵۱

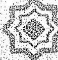
دشمنوں کا اعتراف

امام (سید احمد شہید قدس سرہٗ) نے ۱۸۲۱ء میں پٹنہ کے خلفاء کا ذکر کرتے وقت ایسے آدمیوں کا انتخاب کیا جو بے پناہ جوش و خروش کے مالک اور انتہائی مستقل مزاج تھے۔

یہ لوگ انتھک مبلغ، اپنی ذات سے بے فکر اور بے داغ زندگی بسر کرنے والے تھے۔

انگریز کافروں کی حکومت کا اکھاڑ پھینکنا ان کی زندگی کا مشن تھا انہوں نے اپنے ہم وطنوں کی ایک بڑی تعداد کو پاک زندگی بسر کرنے اور اللہ تعالے کے متعلق بہترین تصور پیدا کرنے کی ترغیب دی۔

(ڈاکٹر ہنٹر "ہمارے ہندوستانی مسلمان")



۱۶ مئی ۱۹۷۵ء

۶۰ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

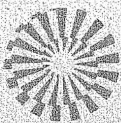
وجۂ محبت اور عداوت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ اِذَا اَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرِیْلَ فَقَالَ اِنِّیْ اُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبَّهٗ قَالَ فَیُحِبُّهٗ جِبْرِیْلُ ثُمَّ یُنَادِیْ فِی السَّمَآءِ فَیَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْهُ فَیُحِبُّهٗ اَهْلُ السَّمَآءِ ثُمَّ یُوْضَعُ الْقَبُوْلُ فِی الْاَرْضِ وَاِذَا اَبْغَضَ عَبْدًا دَعَا جِبْرِیْلَ فَیَقُوْلُ اِنِّیْ اُبْغِضُ فُلَانًا فَاَبْغِضْهُ قَالَ فَیُبْغِضُهٗ جِبْرِیْلُ ثُمَّ یُنَادِیْ فِیْ اَهْلِ السَّمَآءِ اِنَّ اللّٰهَ یُبْغِضُ فُلَانًا فَاَبْغِضُوْهُ قَالَ فَیُبْغِضُوْنَهٗ ثُمَّ یُوْضَعُ لَهُ الْبَغْضَآءُ فِی الْاَرْضِ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ جب اپنے کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو جبریلؑ کو بلا کر کہتا ہے کہ میں فلاں شخص سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔ چنانچہ جبریلؑ اس بندہ سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر آسمان میں منادی کر دیتے ہیں کہ فلاں شخص سے اللہ محبت کرتا ہے سو تم اس سے محبت کرو۔ چنانچہ آسمان والے اس بندہ سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر وہ زمین پہ عام لوگوں میں مقبول ہو جاتا ہے او جب اللہ کسی اپنے بندہ کو ناپسند کرتا ہے تو جبرئیلؑ کو بلا کر کہتا ہے کہ میں فلاں شخص کو ناپسند کرتا ہوں سو تو اسے ناپسند کر۔ چنانچہ جبریلؑ اسے ناپسند کرنے لگتے ہیں۔ پھر آسمان میں منادی کر دیتے ہیں کہ اللہ فلاں شخص کو ناپسند کرتا ہے سو تم اسے ناپسند کرو۔ چنانچہ آسمان والے اسے ناپسند کرنے لگتے ہیں۔ پھر وہ زمین والوں میں قابلِ نفرت ہو جاتا ہے۔

اس حدیث میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا اور بندگانِ خدا کی محبت اور دشمنی کی اصل حقیقت بیان فرمائی ہے۔ اللہ کا بندے سے محبت کرنا یہ ہے کہ ایمان کی توفیق عطا کرنے کے بعد بندہ کی ظاہری اور باطنی حالت درست کر دے اور اس کی مدد فرمائے۔ اور اس کی طرف خصوصی توجہ رکھے۔ اور اللہ کی ناراضگی کے معنی یہ ہیں کہ بندہ کی عاقبت خراب کر دے اور اسے نیک کاموں کی توفیق نہ دے۔ جب اللہ تعالےٰ اپنے مومن بندے کی طرف توجہ کرتا ہے تو فرشتے اس کے مددگار بن جاتے ہیں۔ اس کے لیے بخشش اور سلامتی کی دعا کرتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ اس دنیا کے اندر بھی لوگوں کے دلوں میں اس کی عزت اور بڑائی بیٹھ جاتی ہے اور لوگوں کے دل اس کی طرف جھکنے لگتے ہیں۔ اور جس سے اللہ ناراض ہوتا ہے اس سے فرشتے اور انسان سب منہ پھیر لیتے ہیں۔ اور اس کے دل کا چین جاتا رہتا ہے۔ ہر طرف اس کے خلاف فضا پیدا ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو ایمان کی توفیق عطا فرمائے اور ظاہری و باطنی حالت درست فرما دے۔ آمین ثم آمین!



ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

رئیس التحریر
مفکر اسلام
قائد اسلامی انقلاب
مولانا مفتی محمود

ادارۂ تحریر
مولانا عبیداللہ انور
محمد سعید الرحمٰن علوی
زاہد الراشدی

جلد ۲۰ — شمارہ ۵۰ | ۴ جمادی الاول ۱۳۹۵ھ — ۱۶ مئی ۱۹۷۵ء | قیمت ۶۰ پیسے

امنِ عامہ کی بگڑتی ہوئی حالت

اسلامی حدود کا اجراء وقت کی ناگزیر ضرورت ہے!

مفکرِ اسلام حضرت العلامہ مفتی محمود صاحب

صبح بیدار ہوتے ہی اخبار پر جب نظر پڑتی ہے تو محتاط اندازے کے مطابق دو تہائی حصہ اس قسم کی خبروں سے بھرا ہوتا ہے جن کا تعلق فحاشی، بے حیائی، جنسی انارکی، بے راہروی، چوری، ڈکیتی اور قتل و غارت جیسے بھیانک جرائم سے ہوتا ہے ان خبروں کو پڑھ کر ہر شریف شہری گہری سوچ کا شکار ہو جاتا ہے اور وہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ کیا وطن عزیز کے لیے خون و عصمت کی عظیم قربانی اسی لیے دی گئی تھی کہ یہاں نہ عزت محفوظ ہوگی نہ جان اور نہ ہی مال۔

اس کے ساتھ ہی جب یہ خیال آتا ہے کہ اخبارات غیر ملکی سفارت خانوں میں جاتے ہیں اور وہاں کا سفارتی عملہ ایک ایک سطر بنظرِ غائر پڑھتا ہے تو ندامت و شرمندگی کے ساتھ گردنیں جھک جاتی ہیں کہ وہ لوگ ہمارے متعلق کیا رائے قائم کرتے ہوں گے؟

آخر غیر ملکی سفارت خانوں میں ہر طرح کے لوگ موجود ہیں۔ ان کے اپنے ممالک میں جو کچھ ہوتا ہو اس سے قطع نظر پاکستان جیسے نظریاتی ملک میں بے امنی کا یہ طوفان بہرحال انتہائی خجالت و شرمندگی کا باعث ہے۔ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ پاکستان صرف اور صرف اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا اور اسی "نعرہ" پر قوم کی ہمدردیاں حاصل کی گئیں تھی کہ قوم اتنی فریفتہ ہو گئی کہ اس نے یہ سوچے بغیر کہ نعرہ دینے والے کون ہیں اپنی پہلی اور آخری منزل پاکستان قرار دے دی اور اس راہ کی ہر مزاحمت کو راستہ سے ہٹا دیا۔

نعرہ دینے والوں نے اس ملک کو امن و سلامتی کا گہوارہ بنانے کا کہا تھا۔ اسلامی حدود کے اجرا کے وعدے کیے تھے۔ مالیات و سیاسیات اور تعلیم و تمدن غرضیکہ زندگی کے ہر گوشے میں اسلامی احکامات کو اپنانے کے لیے حلف تک اٹھائے تھے لیکن اتنا عرصہ گزر گیا آج تک وہ خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوا۔

اسلامی احکامات و فرامین کو اپنانے کے بجائے الٹا ان کا مذاق اڑایا گیا ان کو چودہ سو سال پہلے کے "بدوی معاشرہ" کی ضرورتیں کہا گیا اور یہ ثابت کرنے کی بھونڈی اور ناکام کوشش کی گئی کہ اسلامی ضوابط آج کے "ترقی یافتہ معاشرہ" کی ضرورتوں کو پورا نہیں کر سکتے۔

جب بالادست قوتوں نے یہ اندازِ فکر اختیار کیا اور اصلاح احوال کی سنجیدہ کوشش نہ کی تو ملک

امن و عدل سے محروم ہو گیا، اطمینان و چین عنقا ہو گئے اور ان تمام مفاسد اور خرابیوں نے ڈیرا جما لیا۔ جن کا آج ہر چھوٹا بڑا رونا رو رہا ہے۔

حیرت تو اس پر ہے کہ ہر ذمہ دار فرد چاہے اس کا تعلق انتظامیہ سے ہو یا عدلیہ سے خرابیوں پر آنسو بہاتا ہے لیکن ان کے انسداد کی صحیح صورت کوئی بھی اختیار نہیں کرتا۔

جہاں تک انسانی سوچ اور فکر کا تعلق ہے وہ خود انسان کی طرح انتہائی محدود ہے اور وہ کسی صورت بھی مشرق و مغرب میں پھیلی ہوئی گوناگوں رنگتوں، زبانوں اور عادات و اطوار کی مالک انسانیت کے مسائل کا حل نہیں ہو سکتی۔

حضرت حق جل و علیٰ مجدہ جنہوں نے حضرت انسان کو پیدا فرمایا اور اس کی ضرورتوں کا پورا پورا اہتمام فرمایا۔ انہی کا قانون حق ان قباحتوں اور لایعنی حرکات کے انسداد کا ذریعہ ہو سکتا ہے جو انہوں نے وقتاً فوقتاً نازل فرمایا اور جس کی آخری کڑی قرآن حکیم ہے۔

اللہ تعالیٰ اور پیغمبر عربیؐ کے ارشادات کی صداقت و حقانیت پر تاریخ کی طویل شہادتیں موجود ہیں جو یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں کہ انسانی مسائل قانونِ قدرت کے ذریعہ ہی حل ہو سکتے ہیں۔

پرانے دَور کو سامنے رکھیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ جس معاشرہ کی اصلاح کی ابتدائی ذمہ داریاں حضور علیہ السلام نے پوری کیں وہ تمام قباحتوں اور مفاسد سے اٹا ہوا تھا لیکن اخلاقی حس بیدار کرنے کے ساتھ ساتھ قانونی اسباب و ذرائع نے بدی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور مسلم معاشرہ ایک مثالی معاشرہ بن گیا۔

اس کے بعد چودہ سو سال کی تاریخ میں ایسے ہزاروں واقعات ہمیں ملتے ہیں جن سے یہ بات روزِ روشن کی طرح ثابت ہوتی ہے کہ انسان نے سکھ اور چین کے لیے ہمیشہ اسی چشمۂ صافی سے آبِ حیات حاصل کیا اور جب بھی اس سے منہ موڑا گیا اسے پریشانیوں ہی کا سامنا کرنا پڑا۔

آج کی زندہ شہادت دیکھنی ہو تو سعودی عرب وغیرہ ان ممالک کو دیکھ لیں جہاں اسلامی ضوابط پر عمل انسانی سعادت کی معراج سمجھا جاتا ہے۔

ہر سال حج کے لیے جانے والے زائرین خوب جانتے ہیں کہ اندرونی اور بیرونی طور پر لاکھوں انسان ان مقدس شہروں میں اکٹھے ہو جاتے ہیں اور وہاں کا تاجر لاکھوں اور کروڑوں کا سامان یونہی چھوڑ کر نماز اور دوسری ضروریات کے لیے چلا جاتا ہے لیکن کبھی سوئی کا بھی نقصان نہیں ہوتا۔ سالہا سال بعد اگر کوئی اس طرح کی حرکت کرتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹ کر عبرت کے لیے لٹکا دیا جاتا ہے نتیجۃً سکون و اطمینان کی ایک لہر دوڑ جاتی ہے۔

اسی طرح انسانی جان کے تحفظ کے لیے خدائی احکامات پر بلا چون و چرا عمل کیا جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سالہا سال کے بعد کبھی ایک دفعہ قتل کی واردات ہوتی ہے۔ اس کے برعکس ہمارے یہاں چوری، قتل، ڈکیتی، اغوا، شراب نوشی، فحاشی جیسے جرائم اس طرح معاشرتی زندگی میں سرایت کر گئے ہیں کہ الامان۔ بلکہ بعض جرائم مثلاً شراب نوشی زنا، سود خوری وغیرہ کو قانونی تحفظ حاصل ہے۔ ایسے میں ہمارا معاشرہ راحت و چین کی جنت بننے کی بجائے دکھ اور پریشانی کا گڑھ نہیں بنے گا تو اور کیا ہو گا؟

جب منافقانہ طریق سے اسلام کا نام لیا جائیگا اور اسلام کے سرمدی اصولوں پر عمل نہیں ہوگا تو سمن آباد اور کمالیہ کی دخترانِ حوا کا اغوا اور لاہور کالج کی طالبات پر بس میں "پاگل" کے حملے کے سوا اور کیا پلے پڑے گا، جب انسانی جان کا احترام باقی نہیں رہے گا تو قانون کے محافظ خود اس "جرم" کا شکار ہو جائیں گے۔

ڈاکٹر نذیر، خواجہ رفیق، مولوی شمس الدین، عبدالصمد اچکزئی کے ساتھ شیرپاؤ اور گنڈاپور کا خون بھی محفوظ نہیں رہے گا۔ اس پوزیشن پر بینکوں پر ڈاکے پڑیں گے۔ فون کے تار کاٹے جائیں گے، گیراجوں سے

گاڑیاں اڑائی جائیں گی۔ ریلیں، بسیں اور ٹرک لوٹے جائیں گے۔ ماؤں کی گودوں سے بچے چھین کر انہیں بیگار کیمپوں میں اپاہج و مفلوج کیا جائے گا اور یہ وہ حرکت ہوگی جو ایک معاشرے کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ اور شرفِ انسانی کے منافی ہوگی۔ ان مفاسد، جرائم اور خرابیوں کا ایک ہی علاج ہے۔ کہ ادخلوا فی السلم کآفۃ کی قرآنی حقیقت پر عمل کرتے ہوئے زندگی کے ہر شعبہ میں اسلام پر عمل کیا جائے۔ شرابیوں اور زانیوں کو درّے مارنے ہیں، چوروں کا ہاتھ کاٹنے ہیں، قاتلوں کو سرِعام پھانسی پر لٹکانے میں کسی قسم کی رعایت نہ برتی جائے اگر ایسا ہوگیا تو معاشرہ مسرت و چین کا گہوارہ بن جائے گا۔ ورنہ کسی الہ دین کے چراغ سے ان مسائل پر قابو پانا ممکن نہیں۔

جہاں حکمران طبقہ کا فرض ہے کہ وہ شرعی حدود کے نفاذ میں تاخیر نہ کریں وہاں عوام پر بھی لازم ہے کہ وہ اجتماعی اور منظم جدوجہد سے یہ کام کروائیں۔

بصورت دیگر قدرت کی بے آواز لاٹھی جس طرح خود انتظام کرے گی اس کا تصور بھی مشکل ہے۔

فھل من مدکر؟

مسٹر منظر مسعود کا ارشادِ گرامی

آزاد کشمیر کے عبوری صدر مسٹر منظر مسعود نے پچھلے دنوں مختلف مقامات پر اس بات کو بار بار دہرایا ہے کہ متحدہ جمہوری محاذ کو آزاد کشمیر کی انتخابی مہم میں الگ تھلگ رہنا چاہیے۔ کیونکہ اگر محاذ نے ایسا نہ کیا تو اس سے نقصان ہوگا۔

اصل میں آزاد کشمیر کے آئینی سربراہ سردار عبدالقیوم کے خلاف ہونے والی مسلسل سازشیں جب اپنی انتہا کو پہنچ گئیں اور سردار صاحب کو "فی سبیل اللہ فساد" کے سہارے صدارت سے علیحدہ کر دیا گیا تو چار دن کے لیے یہ منصب منظر صاحب کو ملا۔ اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانا اور ان طاقتوں کی ہاں میں ہاں ملانا جنہوں نے یہ ڈرامہ سٹیج کیا ہے مسعود صاحب پر لازم ہے۔

چونکہ یہ ساری کارروائی انتہائی افسوسناک تھی اور اور اس سے سردار صاحب کی ذات سے زیادہ کشمیر کے کے معاملہ میں پاکستان کے دیرینہ مؤقف اور تحریک آزادی کشمیر کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہی نہیں بلکہ یقینی امر ہے اس لیے متحدہ محاذ کے محب وطن رہنماؤں نے سردار صاحب سے رابطہ قائم کیا۔ کچھ حالات سے وہ پہلے سے آگاہ تھے باقی بپتا سردار صاحب سے سنی۔ اور ملکی سلامتی، کشمیر کی آزادی اور اسے پاکستان کا حصہ بنانے کے بلند ترین مقاصد کے لیے انہوں نے غیر مشروط طور پر سردار صاحب کی حمایت کا اعلان کر دیا اور ایک آٹھ رکنی کمیٹی تشکیل دے دی جو آئندہ انتخاب کے لیے سردار صاحب اور ان کی جماعت کے لیے بھرپور جدوجہد کرے۔ اور انہیں کامیاب کرائے۔

جب بھٹو صاحب اپنے آمرانہ مزاج اور اپنی ہوشیاری و چالاکی کے باوجود محاذ سے سخت پریشان ہیں اور ان کی رات کی نیندیں اور دن کا چین اس ننھی سی لیکن با اصول اور بہادر حزبِ اختلاف نے حرام کر دیا ہے تو ان کے رفقاء کار کا محاذ کے معاملہ میں الرجک ہونا لابدی امر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسٹر منظر مسعود صاحب نے اپنی وفاداری کا بھرم قائم رکھنے کے لیے اس قسم کے بیانات بڑی شد و مد سے دیے اور بصورت دیگر "کچھ ہونے" کے خطرہ کا اظہار فرمایا۔

جہاں تک کشمیر کا تعلق ہے اس کے متعلق پاکستان کا شروع دن سے ایک موقف ہے اور ملک کی ۲۷-۲۸ سالہ تاریخ میں ملکی سطح پر رونما ہونے والے ہزار اختلاف کے باوجود اس معاملہ میں حزبِ اقتدار و حزبِ اختلاف ہمزبان رہی لیکن "عوامی حکومت" نے جہاں اور کارہائے نمایاں سرانجام دیے وہاں کشمیر کے معاملہ میں بھی اس نے ایسی روش اختیار کی کہ حزبِ اختلاف یہ طرزِ عمل اپنانے پر مجبور ہوگئی ہے۔ بھٹو صاحب نے کشمیر بھر کے سیاسی رہنماؤں اور کارکنوں کی مخالفت کے باوجود وہاں اپنی پارٹی قائم کی خود دورہ اپنے وزیروں

کے ذریعہ اسے وہاں منظم کیا اور اس کے لیے انسانی ضمیر کی خرید و فروخت کا مکروہ دھندا تک کیا گیا اس کے باوجود حزب اختلاف مقامی سیاست سے الگ تھلگ رہی اور اس نے کشمیر کے متعلق وہی بات کہی جس کا کہنا لازمی اور ناگزیر تھا۔

لیکن جب "شملہ معاہدہ" کی تاریکی نے اپنے سائے گہرے کرنے شروع کر دیے تو مجبور ہو کر یہ قدم اٹھایا گیا جس پر مجبوری صدر اظہارِ افسوس کر رہے ہیں — ہم جناب منظر مسعود سے گزارش کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ

محترم! آپ کی صدارت چند دن کی بات ہے — یہ کروفر اور جلال بادشاہی بہت جلد ختم ہو جائے گا۔ اصل بات ملک و قوم اور نظریہ ہے اس کے لیے سوچنا اور فکر کرنا ازبس ضروری ہے۔

متحدہ محاذ جو مشکل فرض ادا کرنے کے لیے میدان میں آیا ہے اس کے لیے اپنے آپ کو پیش کرنا آپ پر زیادہ ضروری تھا لیکن افسوس کہ آپ نے اپنی ذمہ داریاں محسوس نہیں کیں ———

بہر حال آپ کو محاذ کا ممنون ہونا چاہیے کہ آپ کی بقا و سلامتی کی جنگ محاذ لڑ رہا ہے۔ اس پر آپ کلمۂ خیر نہیں کہہ سکتے تو واویلا تو نہ فرمائیں۔

کشمیری ووٹروں سے

یہ سطور جب سامنے آئیں گی تو کشمیر کی انتخابی جنگ اپنے جوبن پر ہو گی اور انتخابات میں بشرطیکہ وہ ملتوی نہ کر دیے گئے صرف ایک آدھ دن باقی ہو گا ———

ہم ان سطور کے ذریعہ کشمیر کے ووٹر حضرات سے وہ جہاں بھی مقیم ہوں یہ گزارش کرنا اپنا ملی فرض سمجھتے ہیں کہ اس انتخاب پر کلیتہً آپ کے مستقبل کا دار و مدار ہے۔

سازشی قوتیں قطع نظر اس کے کہ وہ کہاں مقیم ہیں مل جل کر آپ کی سلامتی، بنیادی حقوق اور آپ کی بقا کے خلاف آخری ڈرامہ سٹیج کرنے پر تلی ہوئی ہیں۔ ایسے میں آپ کا فرض ہے کہ آپ دوست دشمن کی تمیز کر کے وہ فیصلہ کریں جس کے ذریعہ آپ کا مستقبل محفوظ ہو جائے اور آپ "حق خود ارادیت" کے دیرینہ مطالبہ کے لیے باعزم، بہادر اور نڈر قیادت کے قدم بقدم نئے ولولے اور جوش کے ساتھ سفر شروع کر سکیں ———

پچھلے دو تین ماہ میں بالخصوص اس بدقسمت خطہ میں جو کھیل کھیلا گیا ہے اس سے آپ بخوبی آگاہ ہیں اور اس ڈرامہ کا ایک ایک کردار آپ کی نظروں کے سامنے ہے ———

انتخاب سے چند دن پہلے سردار عبدالقیوم صاحب کو دھاندلی کے ساتھ علیحدہ کرنا اور ان کے پورے دورِ اقتدار میں ان کو مسلسل پریشان کرنا تاکہ وہ کوئی تعمیری کام سرانجام نہ دے سکیں۔ آپ کے علم میں ہے ———

اس لیے ہماری گزارش ہے کہ آپ اپنے بہتر مستقبل کے لیے کسی لالچ و خطر کی پروا کیے بغیر سردار صاحب اور ان کی پارٹی کو بھاری اکثریت سے کامیاب بنائیں تاکہ آپ کے خلاف ہونے والی سازشیں دم توڑ کر رہ جائیں ———

اگر ہماری ان ناچیز گزارشات پر آپ نے توجہ نہ فرمائی اور عیاروں کی فریب کاریوں کا شکار ہو کر غلط فیصلہ کر دیا تو تاریخ آپ کو کبھی معاف نہیں کرے گی اور آپ کی آزادی کی منزل کوسوں دور ہو جائے گی ———

اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔ اور آپ کو صحیح فیصلہ کی توفیق بخشے۔

مجلسِ ذکر

احسان اور تصوّف ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں

بیانِ جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم
مرتب: محمد سعید الرحمٰن علوی

بعد از خطبہ مسنونہ:

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ

سو تم یاد رکھو مجھ کو میں یاد رکھوں تم کو ۔ اور احسان مانو میرا اور ناشکری مت کرو ۔

اس آیت کریمہ کے ضمن میں حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں :۔

"جب ہماری طرف سے تم پر اتمام نعمت مکرر ہو چکا (یعنی تحویلِ قبلہ بھی ہو گیا اور بحیثیت معلم وہ مزکی رسول معظم بھی تشریف لائے) تو اب تم کو لازم ہے کہ ہم کو زبان سے دل سے ذکر سے فکر سے ہر طرح سے یاد کرو ۔ اور اطاعت کرو ہم تم کو یاد کریں گے یعنی نئی نئی رحمتیں اور عنایتیں تم پر ہوتی رہیں گی اور ہماری نعمتوں کا شکر خوب ادا کرتے رہو اور ہماری ناشکری اور معصیت سے بچتے رہو"

قرآن عزیز کے ارشاد کے مطابق حضرت انسان کی تخلیق کا مقصد اللہ کی عبادت ہے اور اللہ کی عبادت کے لیے حضور علیہ السلام نے جو طریق ارشاد فرمایا اس کا پتہ حدیث جبرائیلؑ سے چلتا ہے ۔

جناب جبریل علیہ السلام حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ دو زانو بیٹھ گئے اسلام، احسان، ایمان اور قیامت کے متعلق سوال کئے آپ نے جواب ارشاد فرمائے ۔

حدیث میں ہے کہ جب جبرئیل امین نے آپ سے احسان کے متعلق دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا ۔ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ الخ ۔ یعنی اپنے رب کی عبادت اس طرح کرو کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر ایسا نہیں تو کم از کم یہ تو ہو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے ۔

اس کمال کے حصول کی حضور علیہ السلام کے دورِ مسعود میں تو یہ آسان صورت تھی کہ دربارِ نبوت میں حاضری دی، دلوں کی سیاہی دُھل گئی ۔ روحانیت تامہ حاصل ہو گئی اور انسان درجہ احسان میں پہنچ گیا لیکن آپ کے بعد اس مقام کے حصول کے لیے خود حضور علیہ السلام کے ساتھیوں نے جنہیں قرآن و حدیث میں آسمان ہدایت کے ستارے اور معیارِ حق و صداقت قرار دیا ہے ذکر و شغل وغیرہ کے طریق ایجاد فرمائے جو قادری، نقشبندی، چشتی اور سہروردی سلاسل کی حیثیت سے معروف ہیں ۔

واقفانِ حال جانتے ہیں کہ یہ سلاسل اربعہ حضرت امام سیدنا ابوبکر صدیق اور حضرت امام سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعلیمات مقدسہ کی روشنی میں جاری و ساری ہیں ۔ اور اپنی قدسی صفت بزرگوں کی ہدایات کے مطابق ان سلاسل کے شیوخ باطنی تربیت کا کام کرتے ہیں ۔

دور حاضر کی خرابیاں ہر جگہ اپنا اثر کر رہی ہیں اور انہی کا نتیجہ ہے کہ انسانی طبقات ان مشاغل کے معاملہ میں افراط و تفریط کا شکار ہیں ۔ حالانکہ مومن کا کام اعتدال میانہ روی ہے اور اسی کی حضور علیہ السلام نے تعلیم دی ہے ۔

اعتدال و میانہ روی کے نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو ذکر و شغل کے تمام امور کی اتنی ہی حقیقت باقی رہ جاتی ہے کہ انسانی قلب کی اصلاح کا یہ ایک ذریعہ ہے جو ارباب معرفت جس کی آخری کڑی خود حضور علیہ السلام ہیں نے ایجاد فرمائے۔

ظاہر ہے کہ انسانی قلوب پر ہی انسانی صلاح و فساد کا دار و مدار ہے جیسا کہ حضور اقدس علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے کہ انسانی جسم میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے وہ صحیح ہوگا تو ساری مشینری صحیح ہوگی۔ وہ غلط ہوگا تو ساری مشینری غلط ہوگی۔ یاد رکھو وہ دل ہے۔ دل بگڑ جائے، فساد زدہ ہو تو اس دنیا میں بھی وبال، اگلی دنیا میں بھی وبال۔ جیسا کہ سورۂ شعرا میں ہے کہ قیامت کے دن مال و اولاد نفع نہیں دیں گے بلکہ نفع قلب سلیم دے گا اور قلب سلیم سے مراد وہی اصلاح یافتہ دل ہے۔

تو دل کی اصلاح کے لیے اہل حق نے انفرادی، اجتماعی، سرّی اور جہری ذکر کے طریقے ایجاد فرمائے ہیں ان کو کارِ عبث کہنا یا بدعت کہنا انتہائی درجہ کی زیادتی ہے۔ قرآن و حدیث ذکر سے بھرے پڑے ہیں حتیٰ کہ قرآن بذاتِ خود ذکر ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ اور ذکر ہی سے اطمینانِ قلب حاصل ہوتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔

جناب نبی کریم علیہ السلام خود ہمیشہ ذکر میں مصروف رہتے۔ یَذْکُرُ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ اَحْیَانِہٖ۔ اور آپؐ نے ہدایت فرمائی کہ "تمہاری زبان ہمیشہ یادِ الٰہی (ذکر) سے تر رہنی چاہیے۔ جناب نبی اکرم علیہ وسلم سے اجتماعی ذکر ثابت ہے۔ جیسا کہ صاحب مشکوٰۃ نے نقل فرمایا کہ "جب کوئی قوم ذکر کرتی ہے تو فرشتے اس کو گھیر لیتے ہیں، اللہ کی رحمت اسے ڈھانپ لیتی ہے اور طمانیت کی کیفیت کا نزول ہوتا ہے"۔

اس حدیث پاک میں "قوم کے ذکر" کا تذکرہ ہے اور ظاہر ہے کہ قوم افراد کے مجموعہ کا نام ہے۔

باقی ایک ذکر ہی پر کیا موقوف ہے اللہ تعالےٰ کو ہر جگہ اجتماعیت پسند ہے یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ اور یَدُ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ قرآن و حدیث کے واضح ارشاد ہیں۔

جہاں تک فرض نمازوں کے بعد جہر اور بلند آواز سے ذکر کا تعلق ہے اس کے جواز کی تو بات ہی نہیں کیونکہ اس وقت نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ دوسرے اوقات میں تزکیہ اور صفائی قلب کے لیے کسی اجتماعی کوشش کے خلاف شور و غوغا کرنا یا اسے بدعت و خلافِ سنت کہنا ایک ایسا کارِ بے خیر ہے جس کا کوئی مثبت نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔

جتنی کچھ معروضات آپ کے سامنے آئیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ احسان ایک حقیقت ہے جس کا حصول انسانی سعادت کے لیے ازبس ضروری ہے۔ اسی احسان کو دوسرے لفظوں میں تصوف کا نام دیا جاتا ہے اور اسی احسان کے حصول کے لیے ذکر و شغل کے طریق ہیں۔

اللہ تعالےٰ کجروی اور زیغ و ضلالت سے محفوظ رکھ کر اپنی مرضیات پر عمل کی توفیق بخشے۔

تحریر: آغا سلمان باقر

عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ ایمانی

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ رسول اللہ کے اخلاق و کردار اور آپ کے فرمان کی اطاعت میں بڑی سے بڑی تکلیف بخوشی برداشت کرتے تھے۔ اور اموال و املاک تو کیا اپنی جانیں تک قربان کرنے کے لیے تیار ہو جانے یہ جذبہ صرف عشق رسول سے پیدا ہوا تھا۔

رسول اللہ کا فرمان ہے۔

"تم میں سے کوئی کامل ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے لیے اس کی اولاد، ماں باپ اور تمام دوسرے لوگوں میں زیادہ محبوب نہ بن جاؤں"

چنانچہ صحابہ کرام کی تمام زندگی گواہ رہی ہے کہ انہیں ذات رسول اقدس دنیا کی ہر شے سے پیاری اور محبوب تھی۔ غزوۂ تبوک کے زمانے میں سخت گرمی کا موسم تھا۔ حضرت خیثمہ رضؓ کسی وجہ سے اس جنگ میں شریک نہ ہو سکے ایک دن وہ نماز مغرب کے بعد گھر آئے۔ تو دیکھا کہ ان کی بی بی نے ان کی راحت اور آرام کے لیے چھت پر چھڑکاؤ کیا ہوا ہے۔ پانی سرد کیا ہے اور عمدہ کھانا تیار کیا ہے۔ یہ سب سرو سامان دیکھ ان کا چہرہ جذبات سے سرخ ہو گیا۔ اور کہنے لگے کہ رسول اللہ تو لُو اور شدت کی گرمی میں کھلے میدان میں ہوں اور میں پُر تکلف غذا سے لطف اندوز ہوں یہ ناممکن ہے۔ خدا کی قسم یہ نہیں ہو سکتا اور اسی وقت رخت سفر باندھا اور میدانِ تبوک کی طرف روانہ ہو گئے۔

ہجرت کر کے حضورؐ مدینہ منورہ پہنچے تو ہر ایک کی دلی تمنا تھی کہ حضور کی مہمانی کا شرف اسے حاصل ہو۔ یہ شرف بالآخر حضرت ابو ایوب انصاری رضؓ کو حاصل ہوا۔ حضور نے مکان کے نچلے حصے میں قیام فرمانا پسند کیا ایک دن اتفاقاً چھت پہ پانی سے بھرا ہوا گھڑا ٹوٹ گیا۔ چھت چونکہ پختہ نہ تھی حضرت ابو ایوب انصاریؓ کو خیال آیا۔ کہ کہیں چھت ٹپکے اور پانی نیچے پہنچے اور حضور کو تکلیف ہو۔ ان میاں بیوی کے پاس ایک لحاف تھا انہوں نے اسے بہتے ہوئے پانی پر ڈال دیا۔ تاکہ پانی لحاف میں جذب ہو جائے۔ یہ رات دونوں میاں بیوی نے خوشی کے ساتھ سردی میں بسر کی صبح ابو ایوب انصاریؓ حضور اکرم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رات کا واقعہ بیان کیا اور پھر درخواست کی کہ حضورؐ اوپر کے حصے میں تشریف رکھیں حضور نے دعائے خیر دی اور بمشکل بالاخانے پر ٹھہرنا منظور فرمایا۔

ایک مرتبہ ایک بدو رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور جوشِ محبت سے بیتاب ہو کر آگے بڑھا اور بڑھ کر آپ کی قمیص کو جو آپ نے زیب تن کر رکھی تھی الٹ دیا اور آپ کے جسم مبارک سے لپٹ گیا اور جسم اقدس کو چوم لیا۔ حضرت اسید بن حضیر رضؓ بڑے خوش طبع اور شگفتہ مزاج آدمی تھے۔ ایک دفعہ حضور نے ازراہ مذاق ان کے پہلو میں چھڑی چبھو دی انہوں نے کہا کہ میں اس کا انتقام آپؐ سے لوں گا۔ رسول اللہ فوراً اسلامی مساوات کے پیش نظر اس پر راضی ہو گئے۔ لیکن اسید بن حضیر نے کہا کہ جس طرح چھڑی چبھوتے وقت میرا جسم برہنہ تھا۔ اسی طرح آپ کے جسم پر بھی قمیص نہیں ہونی چاہیئے۔ آپ نے قمیص اوپر اٹھا دی۔ آپ کے قمیص اوپر اٹھانے کی دیر تھی کہ وہ بے قرار ہو کر آپ سے لپٹ گئے پہلوؤں کے بوسے لیے اور عرض کیا یا رسول اللہ میرا حقیقی مقصد یہی تھا۔ ورنہ میں اور آپؐ سے انتقام لیتا۔ میں یہ گستاخی کبھی نہیں کر سکتا تھا اب آپ مجھے جو دل چاہے سزا دیجئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور دیدار سے جب صحابہ سیر نہ ہوئے تو انہوں نے اپنی محبتِ رسول کی آگ بجھانے کے لیے عجیب عجیب طریقے اختیار کئے۔ لیکن ان کی آگ بھڑکتی گئی ٹھنڈی نہ ہوئی حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضؓ آپ کے خادم تھے۔ ایک بار حضورؐ نے فرمایا کچھ مانگو وہ کہنے لگے۔ جنت میں حضورؐ کی رفاقت کا متمنی ہوں۔ ارشاد ہوا کچھ اور؟ بولے بس صرف اسی چیز کی تمنا ہے حضورؐ نے فرمایا اگر یہی دولت چاہتے ہو تو نماز

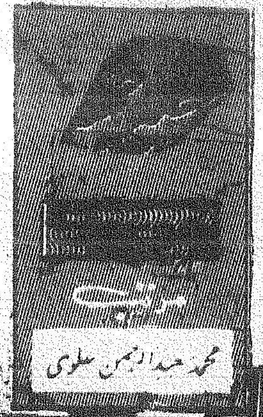
بحضرت پر حضور کے وصال کے بعد جب بھی آپ یاد آتے صحابہ کرام بے اختیار رو پڑتے اور حضور سے ابدی رفاقت کا تصور انہیں بے تاب کر دیتا۔

جس سے بھی انسان کو عشق ہو جائے۔ اس کی رضا آدمی کی عادتِ ثانیہ بن جاتی ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام ہر کام میں حضور کے منشا اور پسند کو ملحوظ رکھتے تھے۔ حضور کی ناراضگی، خدا کی ناراضگی سمجھتے تھے اور اس فعل سے بہت گھبراتے تھے۔ حضرت سعدؓ بہت زیادہ سیاہ فام تھے۔ ایک مرتبہ حضورؐ نے ان کی جاں نثاری سے خوش ہو کر فرمایا سعد! تم شادی کیوں نہیں کرتے؟ سعد نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھ جیسے کالے کلوٹے اور بدصورت انسان کو کون اپنی لڑکی دینا پسند کرے گا آپ نے فرمایا جاؤ۔ قبیلہ ثقیف کے سردار سے کہو کہ مجھے رسول اللہ نے بھیجا ہے مجھ سے اپنی لڑکی کا نکاح کر دو۔ سعد نے جا کر پیغام دیا۔ سردار اس کالے کلوٹے شخص کو دیکھ کر بہت برہم ہوا۔ اور کہنے لگا میں اپنی خوبصورت بیٹی کا نکاح اس کالے حبشی سے کر دوں؟ یہ نہیں ہو سکتا۔ اور انکار کر دیا جب سعدؓ جانے لگا تو پردے کی اوٹ سے آواز آئی کہ او جانے والے رک جا۔ سعدؓ رک گئے۔ پھر یہ آواز آئی اگر یہ حضور اکرم کا ارشادِ گرامی ہے تو یہ حبشی مجھے بسر و چشم قبول ہے۔ اس کے بعد سردار کی بیٹی نے اپنے باپ کو سمجھایا کہ آپ نے رسول اللہ کے پیغام پر ناک بھوں چڑھایا اور حضورؐ کے ارشاد کی تکمیل سے انکار کیا اور اسلام تو اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی کے لیے سب کچھ قربان کر دینے کا نام ہے بہتر ہے کہ آپ رسول اللہ کی خدمت میں جا کر معافی مانگیں۔ بیٹی کی باتوں کا باپ کے دل پر خوب اثر ہوا۔ اور حضور کی بارگاہ میں حاضر ہو کر معذرت کی۔ اور بالآخر اس کالے حبشی کی شادی ایک خوب صورت اور معزز عرب دوشیزہ سے انجام پائی۔

قریش مکہ نے حضرت خبیبؓ کو چند روز قید خانے میں بھوکا پیاسا رکھا اور پھر تختہ دار کے پاس لے جا کر کہا کہ اب بھی اسلام سے دست بردار ہو جاؤ۔ انہوں نے جواب دیا کہ اگر اسلام کی دولت پاس نہ ہو۔ تو جان بچانے سے فائدہ کیا ہوگا اور صرف دو رکعت نماز پڑھنے کی آخری خواہش ظاہر کی اور سولی پر چڑھ کر شہادت پائی۔

ایک غزوہ کے بعد جب مسلمان واپس آئے تو ایک عورت جس کا باپ بھائی اور شوہر جنگ میں شریک تھے بڑی بے تابی سے باہر نکلی لوگوں نے اسے بتایا کہ تمہارا باپ بھائی اور شوہر جنگ میں شہید ہو گئے۔ تو عورت نے کہا میں کسی اور کو نہیں پوچھتی مجھے یہ بتاؤ کہ رسول اللہ کہاں ہیں اور کیسے ہیں لوگوں نے جواب دیا کہ آپ بفضلِ خدا بخیر و عافیت ہیں۔ تو وہ کہنے لگی کہ ذرا مجھے دکھا دو۔ جب اس نے آپ کی صورت مبارک کو دیکھا تو بے اختیار بول اٹھی کہ "آپ سلامت رہیں تو میں ہر ایک مصیبت برداشت کر سکتی ہوں۔"

عشق بعض مرتبہ دیوانگی کی شکل اختیار کر جاتا ہے صحابہ کرامؓ کی زندگی کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں بھی ان کے سامنے رسول اللہ سے عشق و محبت اور آپ کی اطاعت کا سوال آیا وہاں دیکھنے والوں کو وہ لوگ دیوانے دکھائی دیئے اور ان کے جذبِ عشق کے واقعات عقل کو محو کر دینے والے ہیں۔ لیکن اس دیوانگی نے انہیں اس مقامِ اعلیٰ تک پہنچایا جہاں تک کسی اور کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ اور یہ دیوانگی بیگانہ ہوش و خرد ہونے سے عبارت نہ تھی۔ بلکہ اتباعِ رسول کی علامت تھی۔



احکاماتِ خداوندی پر عمل کئے بغیر

کامیابی کا تصوّر ہی محال ہے

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصًا علیٰ سید الرسل وخاتم الانبیاء

اما بعد: اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ○

ترجمہ: تو کہہ تم آؤ میں سنا دوں جو حرام کیا ہے تم پر تمہارے رب نے، کہ شریک نہ کرو اس کے ساتھ کسی چیز کو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور مار نہ ڈالو اپنی اولاد کو مفلسی سے، ہم رزق دیتے ہیں تم کو اور ان کو اور پاس نہ جاؤ بے حیائی کے کام کے جو ظاہر ہو اس میں سے اور جو پوشیدہ ہو اور مار نہ ڈالو اس جان کو جس کو حرام کیا ہے اللہ نے مگر حق پر، تم کو یہ حکم ہے تاکہ تم سمجھو۔

اس آیت کریمہ میں چند باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ کرنا۔ جہاں تک توحید خداوندی کا تعلق ہے تمام ادیان سماوی اس معاملہ میں متفق اللسان ہیں۔ اللہ کے ہر نبی نے اپنی اپنی قوم کو اپنے اپنے وقت میں اس مسئلہ کو بڑے اہتمام سے سمجھایا اور شرک کی برائیاں اور اس کا بد انجام واضح کرکے بتلا دیا۔

آخری پیغمبر نے جو قانون سرمدی خدا کی طرف سے ہماری ہدایت کے لیے چھوڑا یعنی قرآن کریم، اس میں واضح طور پر ہے کہ اللہ تعالیٰ شرک کے سوا باقی تمام جرائم میں سے جسے چاہیں گے معاف فرما دیں گے لیکن شرک معاف نہیں کیا جائے گا۔

۲۔ دوسری بات جو اس آیت میں ارشاد فرمائی۔ وہ والدین کے ساتھ احسان اور حسنِ سلوک ہے اور یہ بھی ایک ایسا عملِ خیر ہے جو تمام ادیانِ سماوی میں برابر کی حیثیت سے موجود رہا۔ انبیاءِ بنی اسرائیل کی قرآن میں جو سرگزشت بیان فرمائی اس میں اس نیکی کو بڑے اہتمام سے ذکر فرمایا۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا (البقرہ)

اور قرآن مجید نے سورۂ بنی اسرائیل میں والدین کے معاملہ میں ارشاد فرمایا کہ ان کے سامنے اُف مت کرو۔ انہیں جھڑکو نہیں اور ان کے لیے خدا سے دعا مانگو کہ جس طرح انہوں نے تمہاری تربیت کی تھی اب بڑھاپے میں خدا اسی طرح ان پر خصوصی رحم فرمائے۔

جناب نبی کریم علیہ السلام نے والدین کے حقوق پر بڑا زور دیا۔ اور اس شخص کو مستحق نار و لعنت فرمایا۔ جو والدین کی خدمت کے ذریعہ حصول سعادت سے محروم رہا۔ آپ نے جنت ماں کے قدموں کے

پہنچے ارشاد فرمائی - اور والدہ کے حقوق والد سے مقدم فرمائے -

۳- تیسری بات فرمائی کہ افلاس کے غم اور ڈر سے اولاد کو قتل نہ کرو کہ ان کی اور تمہاری روزی اللہ کے ذمے ہے کیونکہ اس کا فیصلہ ہے کہ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا کہ ہر ایک کی روزی اللہ کے ذمہ لازم ہے - جب وہ خالق ہے تو رازق بھی ہے - اور مکھی مچھر کو دیتا ہے تو انسان تو اشرف المخلوقات ہے - بقول مولانا شبیر احمد عثمانیؒ عرب مفلسی کے سبب ایسا کرتے - اس سے منع فرمایا - اور بعض لوگ فی الحال مفلس نہ ہوتے لیکن آئندہ کا خطرہ محسوس کرتے، یہ حرکت کرتے، اس سے سورۂ بنی اسرائیل میں منع فرمایا -

ہمارے یہاں کی خاندانی منصوبہ بندی بالکل اسی طرح کا جرمِ عظیم ہے جس طرح کا جرم عرب کے جاہل، اُجڈ اور شرک میں ملوث افراد کرتے - بجائے اس کے کہ اللہ کی وسیع سرزمین میں چھپے ہوئے وسائل کو بروئے کار لا کر تعلیمی اور مالی اعتبار سے صحیح منصوبہ بندی کی جائے اور اس طرح انتظامات بہتر بنائے جائیں الٹا ہم لوگ اولاد کے درپے ہیں جبکہ نبی کریم علیہ السلام نے اس عورت سے شادی کی ترغیب دی جو بچے زیادہ جننے والی ہو تاکہ روزِ قیامت میں اپنی امت کی کثرت پر فخر کر سکوں -

۴- چوتھی بات جو اس آیت میں ارشاد فرمائی وہ ہے بے حیائی کے کاموں سے اجتناب - قطع نظر اس کے کہ وہ کام ظاہر ہوں یا پوشیدہ - اور اس سلسلہ میں اللہ تعالےٰ نے غایت درجہ احتیاط کا حکم دیا - اور فرمایا - کہ ان کاموں کے قریب بھی مت جاؤ -

لیکن آج جب ہم اپنی اجتماعی حالت پر نظر ڈالتے ہیں تو گردنیں شرم و ندامت سے جھک جاتی ہیں - مسلم معاشرہ جو شرم و حیا اور عفت و عصمت میں اپنی مثال آپ تھا اور جہاں مرد و عورت شرافت کا مجسمہ ہوا کرتے ہیں آج اتنا خراب ہو چکا ہے - کہ الامان -

حضور علیہ السلام نے دشمن کی ننگی بیٹی کے سر پہ چادر اوڑھ دی تھی اور فرمایا کہ بیٹی بیٹی ہے - چاہے وہ دشمن کی ہو - لیکن یہاں یہ حالت ہے کہ مقدس رشتوں تک کا خیال نہیں بہن بھائی، باپ بیٹی اور ماں بیٹا کا تصور ختم ہو چکا ہے - ریڈیو، ٹی وی، سینما، اخبارات، ناول اور افسانوں کا سیلاب ہے جو اخلاق باختگی اور جنسی انارکی پھیلانے میں مصروفِ کار ہے - عورت جو گھر کی ملکہ تھی اور جسے اللہ تعالےٰ نے عظیم تر حقوق عطا فرمائے تھے آج دفتر، درسگاہ اور منڈی میں کھلے بندوں پھرتی ہے حیا عنقا، شرم رخصت اور مردوں کی غیرت کا جنازہ نکل گیا -

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اکثر نفیس خلیلی مرحوم کے چند اشعار پڑھا کرتے تھے جو ہماری سیاہ بختی کی سچی تصویر ہے ؎

نقاب اٹھ گیا، رہ گئی بے نقابی
حیا چل بسی، آ گئی بے حجابی
جو ننگی ہے پنڈلی، کھلی ہے کلائی
سرِ عام ہوتی ہے جلوہ نمائی
حیا سوز بیٹی کا اللہ والی
مقدر کی ہیٹی کا اللہ والی

جو عریاں ہیں بازو، برہنہ ہیں سینے
اقارب ہیں سب بے حمیت کمینے
سمندر ہے اور کاغذی ہیں سفینے
جہنم ہے اور کانچ کے آبگینے
وہ بھائی ہے ملعون جس کی بہن ہے
وہ دولہا ہے نامرد جس کی دلہن ہے
یہ عصمت فروشی ہے عصمت مآبی
مسلمان عورت ہے یا مرغِ آبی
کہ سینے کو تانے چلی آ رہی ہے
زمیں بارِ عصیاں سے تھرا رہی ہے

نفیس مرحوم نے کتنی سچی تصویر کھینچی ہے - آج آپ ذرا اپنے معاشرہ پر نظر ڈالیں اور فیصلہ کریں کہ کیا مسلم اور مشرقی معاشرہ کی یہی شان تھا

حبِ رسول ﷺ اور اس کی علامات

زاہد الراشدی

بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی اور مسند احمد میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"تین باتیں جس نے حاصل کر لیں اس نے ایمان کا مزہ پا لیا۔

۱۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ساری مخلوقات سے زیادہ اسے محبوب ہوں

۲۔ کسی شخص سے صرف اللہ کی رضا کی خاطر محبت کرے۔

۳۔ کفر میں واپس پلٹنے کو ایسے ہی ناپسند کرے جیسے آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے

بخاری، مسلم، ابن ماجہ اور مسند احمد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے ماں باپ اولاد حتیٰ کہ تمام انسانوں سے زیادہ میرے ساتھ اس کی محبت نہ ہو۔

قاضی عیاض رحؒ "الشفاء" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپؐ نے پوچھا۔ تُو نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے کہا یا رسول اللہ! اعمال تو کچھ زیادہ نہیں ہیں لیکن آپؐ کے ساتھ محبت میرا توشہ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرتا ہے۔

حافظ ابن کثیر رحؒ حضرت سعید بن جبیرؒ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک انصاری صحابیؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ان کے چہرے پر غم و اندوہ کے آثار تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے اتنے غمزدہ کیوں ہو؟ انہوں نے جواب دیا۔ یا رسول اللہ! مجھے ایک فکر پریشان کیا جا رہا ہے کہ میری آپ کے ساتھ محبت کا عالم یہ ہے کہ آپ کو دیکھے بغیر چین نہیں آتا۔ گھر میں ہوتا ہوں تو بھی کوشش کرتا ہوں کہ کسی طرح جلدی سے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر زیارت سے شادکام ہوں۔ سوچتا ہوں کہ اس دنیا میں تو آپ کی زیارت نصیب ہو جاتی ہے لیکن جنت میں آپ کا درجہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بھی بلند ہوگا اس وقت ہم آپؐ کی زیارت کیسے کریں گے؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر کچھ دیر خاموش ہو گئے۔ پھر جبریل علیہ السلام آئے اور قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی:۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا

"اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کی وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی

صدیقوں، شہیدوں اور نیکو کاروں کے ساتھ ہوں گے اور ان کی رفاقت بہت اچھی ہے۔

ابن اسحاق روایت کرتے ہیں کہ ایک انصاریہ رضی اللہ عنہا کا خاوند، بھائی اور باپ تینوں اُحد کی جنگ میں شہید ہو گئے۔ اسے جب ان کی شہادت کی خبر دی گئی تو اس نے سوال کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ جواب ملا آپؐ بخیریت ہیں۔ کہنے لگیں کہ مجھے آپؐ کی زیارت کراؤ تب تسلی ہوگی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو کہا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے ہوتے ہوئے مصیبت مصیبت نہیں ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے الشفا میں حُبّ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کچھ علامتیں بیان فرمائی ہیں۔

پہلی علامت یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت رکھنے والا شخص سنّتِ رسولؐ کا پیروکار ہوتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ اگر تو اپنے دل کو لوگوں کے بارے میں کھوٹ سے پاک رکھ سکے تو اس کا اہتمام ضرور کر کیونکہ یہ میری سنّت ہے۔ اور جس نے میری سنت پر عمل کیا اس نے میرے ساتھ محبت کی اور جس نے میرے ساتھ محبت کی وہ میرے ساتھ جنّت میں ہوگا۔

اس حدیث کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک محبت کا معیار یہ ہے کہ آپ کی سنت پر عمل ہو۔ سنت پر عمل کئے بغیر محبت کا تصور مشکل ہے۔

دوسری علامت یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کرنے والا شخص آپ کا ذکر کثرت سے کرتا ہے کیونکہ ظاہر بات ہے جو شخص کسی سے محبت کرتا ہے تو اس کا ذکر بھی زیادہ کرے گا۔

تیسری علامت یہ ہے کہ محبت کرنے والا شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے وقت آپ کی تعظیم و توقیر اور آپ کے سامنے عاجزی اور انکساری کا اظہار کرتا ہے۔ آپ کا اسم گرامی پورے ادب و احترام کے ساتھ لیتا ہے اور درود شریف پڑھتا ہے۔

چوتھی علامت یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جس کو محبت ہو وہ ان لوگوں کے ساتھ بھی محبت کرتا ہے جس کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت کی ہے مثلاً صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"میرے ساتھیوں کے بارے میں اللہ سے ڈرنا اور میرے بعد انہیں طعن و اعتراض کا نشانہ نہ بنانا۔ جس نے ان کے ساتھ محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے کی اور جس نے ان کے ساتھ بغض کیا اس نے میرے بغض کی وجہ سے کیا۔"

انصار مدینہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انصار سے محبت ایمان کی علامت ہے اور ان کے ساتھ بُغض نفاق کی نشانی ہے

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا۔ کہ یہ میرے دل کا ٹکڑا ہے جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے عربوں کے ساتھ محبت کی اس نے میری وجہ سے کی اور جس نے ان کے ساتھ بغض کیا اس نے میری وجہ سے کیا۔

یعنی جن افعال و اشخاص کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت کا اظہار فرمایا آپؐ کے ساتھ محبت رکھنے والے کے دل میں یقیناً ان افعال و اشخاص کے ساتھ بھی محبت ہوگی۔

پانچویں علامت یہ ہے کہ جن افراد نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کیا ان کے خلاف بھی

(باقی صفحہ ۲۴ پر)

حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب دامت برکاتہم کے سہ روزہ دورۂ راولپنڈی کی

مختصر رپورٹ

حضرت مولانا عبیداللہ صاحب انور دامت برکاتہم تین دن کے لیے راولپنڈی، کیمبل پور، ٹیکسلا اور واہ کینٹ کے دورہ کے لیے ۲۵ اپریل کو بذریعہ ہوائی جہاز لاہور سے راولپنڈی تشریف لائے۔ اسلام آباد ائرپورٹ پر حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب دامت برکاتہم خلیفہ، مجاز حضرت شیخ التفسیرؒ کے علاوہ کیمبل پور، مری، واہ اور راولپنڈی کے بیسیوں عقیدت مند اور متوسلین حضرت کے استقبال کے لیے موجود تھے۔ حضرت کا جہاز شام چھ بجے ہوائی اڈہ پر پہنچا۔ اور جب حضرت جہاز سے اتر کر تشریف لائے تو استقبال کے لیے آنے والے حضرات نے نہایت عقیدت و محبت اور والہانہ جذبات سے آپ کو خوش آمدید کہا اور آپ بھی ہر ساتھی کے ساتھ نہایت شفقت اور پیار سے بغل گیر ہوئے۔ ہوائی اڈہ سے نکل کر اس استقبالیہ قافلے کے ہمراہ کاروں اور ویگنوں میں حضرت دامت برکاتہم لال کرتی میں جناب ڈاکٹر جاوید صاحب کے مکان پر تشریف لے گئے جو کہ حضرت کے متوسلین میں سے ہیں۔ یہاں ڈاکٹر صاحب نے تمام حضرات کی ضیافت کی۔ یہاں سے فارغ ہو کر یہ قافلہ اعلیحضرتؒ کے خصوصی مرید جناب صوفی محمد یونس صاحب کے یہاں جامع مسجد چونگی نمبر ۲۲ راولپنڈی میں گیا جہاں نماز مغرب کے بعد حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب دامت برکاتہم نے مختصر بیان فرمایا جس کے بعد نہایت پرانوار مجلس ذکر منعقد ہوئی اور مجلس ذکر کے بعد حضرت دامت برکاتہم نے خطاب فرمایا۔ (یہ جناب حاجی عثمان غنی صاحب نے مرتب کیا ہے اور یہ رپورٹ شائع ہو چکی ہے)
نماز عشاء کے بعد یہاں کے احباب نے تمام مہمانوں نے رات کا کھانا کھلایا اور کھانے کے بعد یہ قافلہ کیمبلپور کے لیے روانہ ہو گیا۔ راستہ میں شدید بارش کی وجہ رات کو تقریباً بارہ بجے تمام حضرات کیمبلپور حضرت قاضی صاحب دامت برکاتہم کے مدرسہ جامعہ مدنیہ میں پہنچے۔

۲۶ اپریل کو فجر کی نماز کے بعد حضرت مولانا عبیداللہ صاحب انور دامت برکاتہم نے درس قرآن پاک دیا۔ درس میں کیمبل پور اور نواحی علاقوں سے حضرت کے تمام متوسلین اور عقیدتمند شریک تھے۔ درس کے بعد ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہو کر دوپہر تک حضرت کے مریدین اور دیگر متوسلین و عقیدت مند بیعت، اسباق، اور تزکیۂ باطن کے لیے ہدایات لینے کے لیے حاضر ہوتے رہے۔ شہر کے بہت سے معزز حضرات دعا وغیرہ کے لیے بھی مسلسل حاضر ہوتے رہے اور حضرت دامت برکاتہم ہر ایک سے شفقت و محبت سے گفتگو فرماتے اور جب تک کوئی شخص خود مطمئن ہو کر اجازت نہ لیتا حضرت اس سے بات چیت جاری رکھتے اور پند و نصائح فرماتے رہتے۔ دوپہر کے کھانے تک یہ سلسلہ برابر جاری رہا۔ اس دوران مستورات بھی حضرت سے بیعت ہوئیں اسباق لیے اور دعائیں کرائیں۔ دوپہر کے کھانے کے بعد حضرت نے ظہر تک آرام فرمایا۔

ظہر کی نماز کے بعد چند احباب نے پھر بیعت کی اور الوداعی دعا کے بعد حضرت دامت برکاتہم، حضرت

قاضی صاحب، جناب صوفی محمد یونس صاحب، حاجی بشیر احمد صاحب اور دیگر تمام احباب جو لاہور، گوجرانوالہ، ٹیکسلا اور کیمبلپور وغیرہ کے نواحی علاقوں سے آئے ہوئے تھے قافلہ کی شکل میں ٹیکسلا کے لیے روانہ ہو گئے۔ کیمبلپور شہر سے نکل کر مرزا گاؤں میں جہاں حضرت نے اسی مدرسہ تعلیم القرآن میں دعا فرمانی تھی یہ قافلہ ٹھہر گیا۔ یہاں کے عوام اور مدرسہ کے طلبہ و مدرسین نے نہایت والہانہ اور پرجوش طریقے سے حضرت دامت برکاتہم کا استقبال کیا۔ جب حضرت کی کار پہنچی تو فضا نعرۂ تکبیر، تاج و تخت ختم نبوت، جانشین شیخ التفسیر اور علمائے دیوبند زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھی۔ بارش کے باوجود کافی تعداد میں لوگ حضرت کے ارشادات سننے کے لیے موجود تھے۔ مدرسہ کی زیر تعمیر عمارت میں پہلے قاضی صاحب دامت برکاتہم نے مختصر خطاب فرمایا اور ان کے بعد حضرت دامت برکاتہم دعا کے لیے برستی بارش میں کھڑے ہوئے اور دعا سے پہلے اپنی جیب سے مدرسہ کے لیے تین سو روپے عطا فرمائے۔ اس کے بعد حضرت نے مدرسہ کی ترقی اور کامیابی کے لیے دعا فرمائی۔ یہاں کے دوستوں اور حاضرین کا جذبہ اور حضرت سے محبت و عقیدت قابل ستائش ہے کہ اس پورے پروگرام میں جو تقریباً نصف گھنٹہ جاری رہا تیز بارش میں یہ حضرات بیٹھے رہے اور بزرگوں کے ارشادات سنتے رہے۔ دعا کے بعد مدرسہ کے منتظمین نے تمام حاضرین کی چائے اور لوازمات سے تواضع کی اور پونے چار بجے یہ قافلہ ٹیکسلا کے لیے روانہ ہو گیا۔

پروگرام کے مطابق حضرت دامت برکاتہم نے ایچ ایم۔ سی (چائنہ فیکٹری) ٹیکسلا میں نماز عصر کے بعد حضرت قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب دامت برکاتہم کے درس قرآن کی چوتھی سالگرہ میں شرکت فرمانی تھی۔ چنانچہ نماز عصر سے قبل یہ قافلہ چائنہ فیکٹری پہنچ گیا۔ کیمبلپور سے ٹیکسلا پہنچنے تک مسلسل بارش برستی رہی ٹیکسلا پہنچ کر بارش میں اور شدت پیدا ہو گئی اور اندازہ ہو گیا تھا کہ اتنی شدید بارش میں احباب کا حاضر ہونا بڑا مشکل ہو گا لیکن جب نماز عصر کا وقت ہوا تو یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ کھچا کھچ مسجد بھری ہوئی تھی اور عقیدت مند بارش میں بھیگتے ہوئے مسجد میں پہنچ رہے تھے۔ بڑوں کے علاوہ بہت سے بچے بھی موسم کی خرابی کے باوجود مسجد میں پہنچ گئے تھے۔ نواحی علاقہ کے اکثر احباب بھی یہاں موجود تھے۔ نماز عصر کے بعد حضرت دامت برکاتہم نے تقریباً چالیس منٹ تک سورہ فاتحہ پر درس قرآن دیا۔ اور اس سورت کے علوم و معارف بیان کیے۔ (جو علیحدہ قلمبند کر کے شائع کیے جائیں گے) حضرت پہلے بھی اس درس کی سالگرہ میں تشریف لائے تھے۔ یہ درس چار سال سے مسلسل یہاں ہو رہا ہے۔ اور حضرت قاضی صاحب دامت برکاتہم اپنی مصروفیات کے باوجود یہاں کے دوستوں پر شفقت فرماتے ہیں اور ہر ماہ درس کے لیے تشریف لاتے ہیں۔

درس قرآن کے بعد اس مسجد کے خطیب اور مدرس جناب قاری محمد سلیمان صاحب نے حضرت سے درخواست کی کہ مدرسہ کے سات بچوں نے قرآن پاک ناظرہ ختم کیا ہے۔ ان کو آخری دو سورتیں آپ پڑھا دیں اور ان کے لیے برکت کی دعا فرمائیں۔ چنانچہ حضرت نے اس درخواست کو قبول فرماتے ہوئے ان بچوں کو معوذتین پڑھا کر ان کے قرآن پاک کی تکمیل فرمائی اور مدرسہ کی ترقی کے لیے دعا فرمائی۔

بعد ازاں جناب محمد سعید صاحب صدر انجمن محبان رسولؐ ایچ۔ ایم۔ سی ٹیکسلا کے گھر تمام قافلہ کی چائے وغیرہ سے تواضع کی گئی اور نماز مغرب سے قبل یہ پورا قافلہ جس میں یہاں سے بھی کچھ احباب شامل ہو گئے تھے کاروں اور ویگنوں کے ذریعے ٹیکسلا روانہ ہو گیا۔ ٹیکسلا میں حضرت نے جمعیت کے ارکان سے خطاب کرنا تھا۔

اور اس اجلاس میں شرکت کے لیے پورے علاقہ کے کارکن اور راولپنڈی تک کے علماء اور کارکن آئے تھے۔

نماز مغرب کے بعد مین بازار کی جامع مسجد میں اجلاس شروع ہوا جس میں چند منٹ تک حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب نے خطاب فرمایا اور

جمعیت علماء اسلام کے پروگرام کو پیش کیا (آپ کی تقریر بھی علیحدہ شائع کی جائے گی) موصوف کے بعد حضرت دامت برکاتہم نے مختصر طور پر کارکنوں کی حوصلہ افزائی فرمائی اور کارکنوں کو نہایت جرأت وہمت اور تنظیم کے ساتھ کام کرنے کی تلقین فرمائی۔ آپ کی یہ نصائح نہایت ایمان افروز اور ہمت افزا تھیں۔ (یہ تقریر بھی من وعن علیحدہ قلمبند کر لی گئی ہے) اس اجلاس میں علاقہ کے بلند پایہ علماء کرام بھی شریک تھے۔

یہاں سے فارغ ہو کر یہ قافلہ واہ کینٹ کے لیے روانہ ہو گیا اور نماز عشاء سے قبل جامن روڈ کے اس بنگلہ نمبر ۱۵ پر پہنچ گیا جس کی برکت سے ہی یہ سارا پروگرام معرض وجود میں آیا۔ جناب حاجی خوشی محمد صاحب کا یہ مکان اتنا بابرکت ہے کہ یہاں پورے گیارہ سال سے بلاناغہ ہر ماہ کے آخری اتوار کو ٹھیک صبح دس بجے درس قرآن و حدیث ہوتا ہے اور حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب دامت برکاتہم قرآنی علوم و معارف اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علمی نکات اور روحانی کمالات بیان فرماتے ہیں۔

اس درس قرآن حکیم کی سرپرستی حضرت دامت برکاتہم ہی فرماتے ہیں۔ اور انہی کی توجہات سے اور حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی برکات سے اس درس کے اتنے اثرات ہیں کہ نہ صرف اس علاقے کے لوگ بلکہ تحریری طور پر پاکستان اور عالم اسلام کے لوگ اس سے استفادہ کرتے ہیں۔ پہلے یہ درس [illegible] ہفت روزہ خدام الدین میں چھپتا تھا لیکن اب ماہنامہ الارشاد کیمبل پور میں چھپتا ہے اور ہزاروں لوگ اس سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ اور اسی درس قرآن کی سالگرہ کی برکت سے حضرت کے دورے کا ہر سال پروگرام بنتا ہے

یہاں پر بھی متوسلین، مریدین اور عقیدت مندوں کی کثیر تعداد موجود تھی اور پروگرام کے مطابق مجلس ذکر کا انعقاد ہونا تھا۔ چنانچہ ملاقات کے بعد مجلس ذکر منعقد ہوئی۔ جس کے بعد حضرت دامت برکاتہم نے مختصر خطاب فرمایا۔ جناب حاجی عثمان غنی صاحب نے تمام دوستوں کے لیے رات کے کھانے کا انتظام فرمایا تھا۔ چنانچہ تمام دوست ان کے گھر تشریف لے گئے۔

۲۷ اپریل کو حاجی خوشی محمد صاحب کے مکان پر درس کی سالگرہ کا پروگرام صبح ساڑھے نو بجے شروع ہوا قاضی محمد راشد الحسینی صاحب کی تلاوت قرآن پاک کے بعد حضرت قاضی صاحب دامت برکاتہم کے بڑے صاحبزادے جناب قاضی محمد ارشد الحسینی صاحب نے خطاب فرمایا۔ دس بجے حضرت دامت برکاتہم اور حضرت قاضی صاحب تشریف لائے۔ حسب معمول حضرت قاضی صاحب نے درس قرآن و حدیث دیا۔ اور ان کے بعد جناب حاجی عثمان غنی صاحب نے درس کی سالانہ رپورٹ پیش کی اور اعلان کیا کہ چونکہ حاجی خوشی محمد صاحب ملازمت سے ریٹائر ہو کر تشریف لے جا رہے ہیں اس لیے آئندہ یہ درس انوار القرآن منزل بستی کاریگر واہ کینٹ میں منعقد ہوا کرے گا۔ جہاں حضرت قاضی صاحب کی زیر سرپرستی ایک دینی مدرسہ قائم کیا گیا ہے اور عمارت زیر تعمیر ہے۔ اس کے بعد حضرت دامت برکاتہم نے خطاب فرمایا اور دعا فرمائی (حضرت کا یہ خطاب علیحدہ شائع کیا جائے گا)

اس تقریب سعید میں دور دور سے آئے ہوئے ہزاروں دوستوں نے شرکت کی۔ ایبٹ آباد، لاہور، مری، پنڈی، پشاور، جہلم، گوجرانوالہ اور کوہاٹ بلکہ سندھ تک کے احباب اس میں شرکت کے لیے آئے ہوئے تھے اور عجیب بابرکت روحانی منظر تھا۔ ادب و عقیدت کے عجیب و غریب مناظر دیکھنے میں آ رہے تھے اور ہر شخص سراپا محبت و عقیدت بنا ہوا تھا۔ دعا کے بعد اکثر دوست حضرت سے بغلگیر ہوئے اور حضرت باوجود کمزوری اور خرابی صحت کے ہر ایک کی تمنا پوری فرماتے رہے۔ ملاقاتوں سے ذرا فرصت ملی تو بیعت ہونے والے دوستوں نے حضرت کو گھیر لیا۔ اور بیسیوں دوستوں نے حضرت سے سلسلہ قادریہ راشدیہ میں بیعت کی اور سلسلہ رشد و ہدایت میں داخل ہوئے۔ سابق شامل حلقہ دوستوں نے نئے اسباق لیے۔ اور ذکر فکر کی ہدایات لیں۔ نماز ظہر تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

نماز ظہر کے بعد مستورات کی باری آئی۔ اور تقریباً ۱½ گھنٹہ تک وہ طریقہ ذکر سیکھتی رہیں اور

(باقی صفحہ ... پر)

گذشتہ سے پیوستہ

حکمرانی و رعیّت کی نگہبانی

عبد الرحمٰن لدھیانوی۔ شیخوپورہ

ساتواں اصول: حاکم حکومت کو خطرناک کام متصور کرتا ہے اور درحقیقت حکومت کا کفیل ہونا آسان کام نہیں ہے۔ جو شخص اس کے حق ادا کرتا ہے وہ حق تعالیٰ سے سعادت ابدی حاصل کرتا ہے اور جو حق ادا نہیں کرتا تو وہ بڑی شقاوت میں مبتلا ہو جاتا ہے جس سے بڑھ کر اور کوئی دوسری شقاوت نہیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک دن قریش کی موجودگی میں حضورؐ خانہ کعبہ میں تشریف لائے۔ آپ نے غلافِ کعبہ کو پکڑ کر فرمایا کہ جب تک قریش میں تین باتیں رہیں گی، حکومت قریش میں ہی رہے گی۔ (۱) کہ جب لوگ اُن سے مہربانی چاہیں تو وہ مہربانی کریں۔ (۲) اگر حکم چاہیں تو عدل سے کام لیں۔ (۳) اور جو وعدہ کریں پورا کریں اور جو شخص ایسا نہیں کرتا اس پر خدا کی لعنت ہوتی ہے اور اس کے فرض بھی قبول نہیں ہوتے اور نہ ہی سنت۔ غور کیجئے۔ یہ کس قدر عظیم گناہ ہے جس کے سبب حق تعالیٰ عبادت بھی قبول نہیں کرتا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تم عنقریب مشرق و مغرب کے ممالک فتح کرو گے اور وہاں کے حاکم دوزخ میں جائیں گے۔ ماسوا ان اشخاص کے جو متقی ہوں، اور امانت دار ہوں۔ فرمایا۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ حاکم بنائے اور اس کے حوالے رعیت کر دے اور وہ محکوم لوگوں پر اپنے گھر والوں کی طرح نگہبانی نہ کرے تو اس سے کہہ دو کہ وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں کرے۔ ظالم بادشاہ اور دین میں فساد کرنے والا بدعتی، آنحضرتؐ نے فرمایا، امیروں، نقیبوں اور امینوں پر افسوس ہے کہ وہ عمل نہ کرنے کی وجہ سے قیامت کے روز اپنے گیسوؤں سے لٹکتے ہوں گے۔ حضورؐ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن تمام حکام احکم الحاکمین کے سامنے حاضر کئے جائیں گے اور پوچھا جائے گا۔ تم نے میرے حکم سے کم سزا کیوں دی؟ حدیث شریف میں ہے کہ داؤد علیہ السلام بھیس بدل کر نکلتے اسی طرح حضرت عمرؓ بھیس بدل کر رات کو چکر لگایا کرتے تھے۔

آٹھواں اصول: ہمیشہ دیندار علماء سے ملنے کا شوق رکھے اور ان کی نصیحت کو دل سے سُنے۔ اور دنیا کے لالچی علماء سے بچے۔ دیندار عالم وہ ہے جسے حاکم کی پرواہ نہ ہو۔ اور انصاف کو ہاتھ سے جانے نہ دیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت شفیق بلخیؒ خلیفہ ہارون الرشید کے ہاں تشریف لے گئے۔ خلیفہ نے کہا اے شفیق! کیا تم زاہد ہو؟ آپ نے فرمایا میں شفیق ہوں۔ زہد سے مجھے کیا تعلق؟ خلیفہ نے کہا مجھے نصیحت کیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تم کو جناب صدیق اکبرؓ کی جگہ بٹھایا ہے جس طرح حق تعالیٰ اُن سے صدق کا طلب گار تھا اسی طرح تم سے صدق چاہتا ہے۔ اور حق تعالیٰ نے تمہیں جناب فاروق کی جگہ پر متمکن کیا ہے جس طرح ان سے حق و باطل میں فرق چاہتا تھا اسی طرح تم سے بھی چاہتا ہے۔ اس نے تم کو جناب عثمانؓ کی جگہ پر بٹھایا ہے جس طرح اس نے ان سے شرم و بخشش چاہی تھی۔ اسی طرح تجھ سے بھی چاہتا ہے اس نے تمہیں جناب علی کرم اللہ وجہہ کی جگہ پر بٹھایا ہے جس طرح وہ ان سے علم و عدل چاہتا تھا اسی طرح تم سے بھی چاہتا ہے۔

خلیفہ عمر بن عبد العزیزؒ نے حضرت سالم سے نصیحت چاہی انھوں نے فرمایا زمین پر سویا کرو اور یقین رکھو کہ موت ہر لمحہ موجود ہے اور جو چیز تیرے نزدیک دور ہے اس کا خیال رکھو۔ اور جو چیز تو روا نہیں رکھتا اس سے دُور رہ۔

پس حاکم کو چاہیئے کہ جس عالم کو پائے اس سے نصیحت طلب کرے۔

نواں اصول: صرف اسی پر قناعت نہیں کرنا چاہیئے کہ خود ظلم نہ کرے بلکہ اپنے نائبوں کو بھی مہذب بنائے اور ان کے ظلم پر خفگی ظاہر کرے کیونکہ اس سے ان کے ظلم کے بارہ میں پوچھا جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے

(باقی صفحہ ۲۲ پر)



نذیر و بشیر

انسانوں کی عالمگیر گواہی یہ رہی ہے کہ جب کوئی روحانی عظمت کے ساتھ ظاہر ہوتا تو چاہتے کہ اسے انسانیت و بندگی کی سطح سے بلند کرکے دیکھیں لیکن قرآن حکیم نے پیغمبر اسلام کی حیثیت صاف اور قطعی لفظوں میں واضح کر دی اور ہمیشہ کے لیے اس گمراہی کا ازالہ کر دیا۔ صرف یہی ایک بات ان کی صداقت کے اثبات کے لیے کافی ہے جو دنیا پیشواؤں کو خدا اور خدا کا بیٹا بنانے کی خواہش مند تھی۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اتنا بھی نہ چاہا کہ کاہنوں کی طرح مجھے غیب داں تسلیم کر لو۔ زیادہ سے زیادہ اپنی نسبت جو بات سنائی، یہ تھی کہ میں انکار و بدعملی کے نتائج سے خبردار کرنے والا "نذیر" اور ایمان و نیک عملی کی بشارت دینے والا "بشیر" ایک بندہ ہوں۔ اگر غیب داں ہوتا تو زندگی کا کوئی گزند مجھے نہ پہنچتا۔

کیا ایسے انسان کی زبان سے سچائی کے سوا کوئی بات نکل سکتی ہے؟ ؎

چہ عظمت دادہ ای یارب بخلق آں عظیم الشان
کہ "انی عبدہٗ" گوید بجائے قولِ سبحانی

(امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد علیہ الرحمۃ)

کھوئے ہوئے دل کی تلاش

اور غور کیجئے تو یہ بھی ہمارے وہم و خیال کا ایک فریب ہی ہے کہ ہم سامانِ کار ہمیشہ اپنے سے باہر ڈھونڈتے رہتے ہیں۔ اگر یہ پردۂ فریب ہٹا کر دیکھیں تو صاف نظر آ جائے کہ وہ ہم سے باہر نہیں، خود ہمارے اندر ہی موجود ہے۔ عیش و مسرت کی جن گل شگفتگیوں کو ہم چاروں طرف ڈھونڈتے ہیں اور نہیں پاتے وہ نہاں خانۂ دل کے چمن زاروں میں ہمیشہ کھلتے اور مرجھاتے رہتے ہیں۔

لیکن محرومی ساری یہ ہوئی کہ ہمیں چاروں طرف کی خبر ہے مگر خود اپنی خبر نہیں۔ وَفِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ۔ ہم اپنے سے باہر ساری چیزیں ڈھونڈتے رہیں گے مگر اپنے کھوئے ہوئے دل کو کبھی نہیں ڈھونڈیں گے۔ حالانکہ اگر اسے ڈھونڈ نکالیں تو عیش و عشرت کا سارا سامان اسی کوٹھڑی کے اندر سمٹا ہوا مل جائے گا ؎

کہیں تجھ کو نہ پایا گرچہ ہم نے اک جہاں ڈھونڈا
پھر آخر دل ہی میں پایا، بغل ہی میں سے تو نکلا

(غبارِ خاطر)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک غیر فانی معجزہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک غیر فانی معجزہ یہ ہے کہ آپ کے فیض کا چشمہ کبھی خشک نہیں ہونے پاتا۔ آپ کا نمونہ آنکھوں سے کبھی اوجھل نہیں ہوتا۔ آپ کی امت کی ضرورتیں زیادہ دیر تک اٹکی نہیں رہتیں۔ اور وہ اس طرح کہ آپ کی مشعلِ نور سے براہ راست مسلسل طریقے پر سینکڑوں مشعلیں روشن ہوتی رہتی ہیں اور قیامت تک ہوتی رہیں گی۔ آپ کی کامل پیروی سے ہر زمانے میں اور تقریباً

ہر جگہ کم و بیش ایسے انسان پیدا ہوتے رہے جن سے آپ کی یاد تازہ ہوتی تھی اور انبیاء کی شان نظر آتی تھی، جن سے ظاہر ہوتا کہ اللہ کا کام بند نہیں ہوا۔ اللہ کا دین زندہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہر زمانے میں ممکن ہے اور انہیں کی وجہ سے خاتم النبیین کے بعد کسی نبی کی عملاً ضرورت نہیں۔

(سیرت سید احمد شہید صہ ۲۱ جلد اوّل)

شرعی حکومت کی ضرورت

ایک نہایت ہی اہم بات یہ ہے کہ شرعی حکومت کے بغیر شریعت پر پورا عمل بھی نہیں ہو سکتا۔ اسلام کے نظامِ عمل کا ایک مستقل حصّہ ایسا ہے جو حکومت پر موقوف ہے۔ حکومت کے بغیر قرآن مجید کا ایک پورا حصّہ ناقابلِ عمل رہ جاتا ہے۔ خود اسلام کی حفاظت بھی قوت کے بغیر ممکن نہیں۔ مثال کے طور پر اسلام کا پورا نظام مالی و دیوانی و فوجداری معطل ہو جاتا ہے۔ اسی لیے قرآن غلبہ و عزت کے حصول پر زور دیتا ہے اور اسی لیے خلافتِ اسلامی بہت اہم اور مقدس چیز سمجھی گئی اور اس کو اکابر صحابہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین پر مقدم رکھا۔ جسے بہت سے کوتاہ نظر نہیں سمجھے۔

(سیرت سید احمد شہید صہ ۲۴ حصّہ اوّل)

ہندی مسلمانوں کے محسن

حقیقت یہ ہے کہ اگر ہندوستان میں اللہ تعالیٰ دو شخصوں کو پیدا نہ کرتا اور ان سے اپنے دین کی دستگیری نہ فرماتا تو یوں تو اللہ تعالیٰ اپنے دین کا نگہبان ہے۔ اس کی حفاظتِ دین کے طریقے ہزار ہیں، لیکن بظاہر تیرھویں صدی تک یا تو اسلام ہندوستان سے بالکل فنا ہو جاتا یا اتنا بگڑ جاتا جتنا ہندو مذہب ہے۔ یہ دو بزرگ ہندوستان کے مسلمانوں کے جلیل القدر محسن اور اسلام کے عظیم الشان پیشوا حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الاسلام شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ احیائے اسلام اور خدمتِ شرع کے تذکرے میں ان نائبانِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور درویشوں میں ایک "دنیادار" بادشاہ محی الدین اورنگ زیب عالمگیر مرحوم کا نام بھی زبان پر آتا ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاۗءُ۔

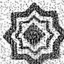
(سیرت سید احمد شہید ج ۱ صہ ۲۶)

بقیہ: مختصر رپورٹ

بیعت ہوتی اور دعائیں کراتی رہیں۔ ساڑھے چار بجے حضرت دامت برکاتہم، حضرت قاضی صاحب اور چند دوسرے ساتھی یہاں سے بستی کاریگر منزل انوار القرآن میں تشریف لے گئے وہاں نماز عصر ادا کر کے بطورِ خاص دعا فرمائی۔ اور راولپنڈی کے لیے روانہ ہوگئے۔ جہاز کی روانگی تک جناب رانا عاقل صاحب کے مکان سٹلائٹ ٹاؤن میں قیام کیا اور ماحضر تناول فرمایا۔ رانا صاحب موصوف حضرت کے خصوصی عقیدت مندوں میں سے ہیں۔ اور اس پورے پروگرام میں انہوں نے اپنی کار حضرت کے لیے وقف رکھی۔

اس پورے دورہ میں سینکڑوں نے حضرت دامت برکاتہم سے روحانی فیض حاصل کیا اور جہاں جہاں حضرت تشریف لے گئے لوگ آپ سے بیعت ہوئے اور ہم جیسے کئی گناہگاروں کو گناہوں سے توبہ کرنے کی توفیق حاصل ہوئی اور حضرت کی برکت سے اپنی اصلاح کرنے کا عزم پیدا ہوا۔

اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر سلامت رکھیں اور رہیں ان کی قیادت میں خدمتِ دینِ متین کی توفیق عطا فرمائیں۔



حقوقِ نسواں کا عالمی سال اور اسلام

حافظ سلطان محمد : لاہور چھاؤنی

آج کل پاکستان میں بھی بڑے زور شور سے "عورتوں کا عالمی سال" منایا جا رہا ہے۔ خدا جانے اس اسلامی مملکت میں عورتیں مزید کون سے حقوق مانگتی ہیں۔ ملک میں بے پردگی اور بے حیائی کی پہلے ہی کوئی کمی نہیں۔ اس پر مزید "حقوقِ نسواں" کا سال منانا جلتی پر تیل چھڑکنے کے مترادف ہے۔ اسلام نے عورتوں کو جو مقام دیا ہے وہ ایسا باوقار اور قابلِ احترام ہے کہ دنیا کی کسی دوسری قوم نے آج تک وہ مقام نہ تو عورتوں کو دیا ہے اور نہ ہی دے سکتی ہے۔

عورت کے چار روپ ہیں :- (۱) **ماں** ۔ ماں کی حیثیت سے اسلام میں عورت کو وہ افضل ترین مقام حاصل ہے کہ ماں کی خدمت و اطاعت کو جنت کی ضمانت قرار دیا گیا ہے اور ماں کی نافرمانی کو رحمت سے محرومی، مغفرت سے دوری اور دوزخ کا موجب گردانا ہے۔ (۲) **بیٹی** :- اسلام نے بیٹی کی حیثیت سے عورتوں کی پاسداری کر کے حقوقِ نسواں کا تحفظ دیا ہے۔ بیٹی اگر اکلوتی ہو تو باپ کی وراثت میں نصف مال کی حقدار ہے دو یا دو سے زیادہ ہونے کی صورت میں وراثت کے دو تہائی مال کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ مزید بیٹی کی دینی تعلیم و تربیت اور پرورش و حسنِ سلوک پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو خصوصی توجہ دلائی ہے۔

یہی بیٹی دورِ جاہلیت میں نحوست کی علامت بے چارگی اور بے بسی کا مجسمہ سمجھی جاتی تھی، زندہ درگور ہونا اس حوا زادی کا مقدر بن چکا تھا مگر اسلام نے بیٹی کے حقوق نہ صرف بحال کئے ہیں بلکہ اسے قانونی تحفظ بھی دیا ہے اور اسے سعادت و نیک بختی کی نشانی قرار دیا ہے۔

(۳) بہن ۔ اسلام میں بہن کو تقریباً وہی حقوق حاصل ہیں جو بیٹی کے ہیں۔

(۴) **بیوی** ۔ بیوی کے حقوق کی اسلام نے پوری حفاظت کی ہے وہ اپنے جائز حقوق کے حصول کے لیے قانون کا دروازہ کھٹکھٹا سکتی ہے مسلمان خواتین کے مذکورہ بالا چار بڑے درجے ہیں۔ پھوپھی، خالہ، دادی اور نانی وغیرہ کا وہی احترام ہے جو ماں کا ہے۔

اسلام نے عورتوں کو محض مردوں کے دل بہلانے کا کھلونا نہیں بنایا جس طرح غیر مسلم قوموں نے عورت کو ایک فٹ بال سمجھ رکھا ہے کہ جس طرح کوئی چاہے اس سے دل بہلائے یا جس کا دل چاہے اسے ٹھوکر لگا دے بلکہ اسلام نے عورتوں کو گھر کی ملکہ قرار دیا ہے۔ گھر کا انتظام و اہتمام، بچوں کی نگہداشت، خاوند کے ناموس کی حفاظت غرض داخلی معاملات تمام عورتوں کے حوالے کئے ہیں اور مردوں کو ان کے نان و نفقہ رہن سہن، لباس و پوشاک وغیرہ کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔ گھر کے دروازے سے باہر کے تمام امور کی ذمہ داری کا بوجھ مردوں کے کندھوں پر ڈالا ہے یہی منشاء ربانی ہے اور قانونِ فطرت کے عین مطابق بھی ہے۔ اگر اس فطری قانون کو تبدیل کیا جائے تو پھر اس سے وہی خرابیاں رونما ہوں گی جن کا مغربی اقوام میں آج چرچا ہے۔

چراغِ خانہ کو شمعِ محفل بنانے سے گھر کی دنیا تاریک ہو جائے گی چاہنے والے شوہر کا سکون غارت ہو جائے گا۔ کوکھ سے جنم لینے والے معصوم ناشگفتہ پھول بھی ماں کی بے پایاں محبت سے محروم رہ کر حوادثاتِ زمانہ کا شکار ہوں گے۔ عورت ایک وقت دو محاذوں پر پوری توجہ سے کام نہیں کر سکتی اور بٹی ہوئی توجہ سے خاطر خواہ نتائج کی توقع فضول ہے اس لیے مسلمان خواتین کی تمام تر توجہ اولاد کی تعلیم و تربیت پر مرکوز رکھنے کی اشد ضرورت ہے خواتینِ اسلام کو جو حقوق اسلام نے دیئے ہیں وہی کافی ہیں۔

ویسے بھی سوچنے کی بات ہے کہ جو عظمت و وقار عورتوں کو اسلام کی طرف سے ملا ہے اور خدائی تقسیم ہے اس سے بڑھ کر کہیں کسی اور سے عورتیں حاصل بھی کیا کر سکتی ہیں۔ یورپ کی مادہ پرستانہ روش کو دیکھ کر مسلمان خواتین کو مغرب کی مادر پدر آزاد تہذیب و تمدن کو اپنانے کے لیے پر تولنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ مسلمان خواتین کی گودیں بہادر سپوتوں کی حقیقی تربیت گاہیں ہونی چاہیئے۔ بقول اقبالؒ

اگر پندے ز درویشے پذیری ۔ ہزار امت بمیرد تو نمیری

بتولے باش و پنہاں شو ازیں عصر ۔ کہ در آغوش شبیرے بگیری

علامہ اقبال مسلم خواتین کو خطاب کر کے فرماتے ہیں :-

ترجمہ : اے مسلم خاتون ! اگر تو مجھ جیسے درویش کی نصیحت کو پلے باندھ لے تو تو بھی فاطمہ بتول بن جا اور عصرِ حاضر کی نگاہوں سے

اوجھل ہو جا۔ تاکہ تیری گود میں فاطمہ کے لال جیسے شیر دل بچے پرورش پا سکیں۔ حالات بتاتے ہیں کہ جب تک مسلم خاتون اپنے صحیح مقام پر فائز رہی اس وقت تک اس کی گود میں پلنے والے بچے اسلام کے سپاہی، قوم کے محافظ، ملک وملت کے پاسبان ثابت ہوئے۔ ذرا سرسری طور پر تاریخ اسلام کے درخشندہ ابواب پر نگاہ ڈالیئے حضرت سیدہ فاطمہؓ کی آغوش محبت میں پل کر جوان ہونے والے سیدنا امام حسین علیہ السلام کا تاریخ اسلام کا کیا مقام ہے؟ اسماء بنت ابی بکرؓ کی مامتا بھری محبت کے زیر سایہ پرورش پانے والے عبداللہ ابن زبیرؓ کی کیا شان ہے۔ دُور جانے کی ضرورت نہیں انیسویں صدی کے آغاز میں ہندو پاک کے بطل جلیل سید احمد شہید کی زندگی کے کارناموں کو تاریخ اسلام کا لازوال حصہ بنانے میں کس ہستی کا ہاتھ ہے؟ یہ سب احمد کی والدہ ماجدہ کے جذبہ اسلامی کی کرامت اور مسلم خاتون کی مشفقانہ تربیت کا اثر ہے۔ جب تک مسلمان خواتین گھر کی مستقر، بہتیں اور اپنے حدود و قیود میں مقیں تو اسلام کے رخ زیبا کو چمکانے والے شیر دل مجاہد ان کی کوکھ سے جنم لیتے تھے۔ وہ مائیں جو محفل کی زینت، کلب کی رونق، آفس کی سیکرٹری، دکان کی سیل گرل اور تھیٹر کی روح رواں ہیں وہ اپنی شب و روز کی پیشہ ورانہ مسکراہٹ سے محفل کے ہمنشینوں کو توخوش کر سکتی ہیں۔ کلبوں میں غم غلط کرنے والے عیش پرستوں کو تسکین دے سکتی ہیں۔ آفس کے باس کو راضی رکھ سکتی ہیں۔ تھیٹر کے تماش بینوں سے واد و تحسین کے کھوکھلے نعروں کو وصول کر سکتی ہیں۔ دکان پر آنے والے گاہکوں کی جیبوں کا صفایا کر سکتی ہیں مگر اسلام کی کوئی خدمت نہیں کر سکتیں۔ اپنے جگر گوشوں پر کوئی توجہ نہیں دے سکتیں اپنے سرتاج کی محبت نہیں حاصل کر سکتیں۔ جتنے کہ اپنی عفت و عصمت کی حفاظت بھی بایہ رشاید۔

چند ایک ملازمت پیشہ جوڑوں کا بظاہر خوشگوار زندگی بسر کرنا کوئی اصول یا قاعدہ کلیہ نہیں بن سکتا ایسی عورتیں اپنے آپ کو رقاصہ، گلوکارہ یا اداکارہ تو کہلا سکتی ہیں۔ مگر سیدہ فاطمہ بتولؓ اور ام المومنین حضرت عائشہؓ کی نام لیوا اور پیروکارہ ہرگز نہیں کہلا سکتیں۔

مشرقی عورت کے امتیازی اوصاف یہ ہیں کہ وہ حیا کی پتلی، محبت کی دیوی، غیرت کا مجسمہ اور شوہر کی پرستار ہو۔ ایسی ایماندار عورت کو حقوق سے محروم رکھنا ظلم کی قبیح ترین شکل ہے۔ مغرب کی عورت میں یہ خوبیاں کہاں؟ حق تو یہ ہے کہ اسلام کے عطا کردہ حقوق ہی عورت پر سجتے بھی ہیں۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ اسلام کے عالمگیر مذہب کے پیش نظر مغربی عورتیں اسلامی حقوق کا مطالبہ کرتیں۔ مگر اے افسوس یہاں الٹی گنگا بہتی ہے۔ اسلام کی نام لیوائیں مغرب کی اخلاق باختگی جیسے راہ روی اور غیر فطری طرز معاشرت کو بطور حقوق مانگتی ہیں۔ وابستہ پھر اس غلط روش میں مذہب ناآشنا عورتیں ہی شامل نہیں بلکہ شجر اسلام کی جڑیں کاٹنے والے مولے "تازے چھپے" بھی عورتوں کے ہمنوا ہیں اس لیے نہیں کہ وہ واقعی عورتوں کے ہمدرد ہیں بلکہ محض اس لیے کہ اس طرح اسلام کی عزت دو تاریں کی آسکتی ہے اور غیر مسلم قریبی مسلمانوں سے بدظن ہو سکتے ہیں۔ نظریاتی بنیادوں پر استوار ہونے والی مملکت اسلامیہ پاکستان کے تمام مردوں عورتوں کو صرف ایسے خیالات و احساسات اپنانے چاہیئے جن کی بحیثیت ایک مسلم قوم ان کو ضرورت ہے۔ اسلام کے دشمنوں اور ملک کے غداروں کی ہاں میں ہاں ملانا پاکستان کی مسلم خواتین کا شیوہ نہیں ہونا چاہیئے۔ مسلمان خواتین کو امہات المومنین خدیجۃ الکبریٰؓ، عائشہ صدیقہؓ اور بنت رسول سیدہ فاطمہ بتولؓ کا اسوہ اپنانا چاہیئے۔ مغرب کی چمک دمک محض ایک دھوکہ اور فریب نظر ہے۔ حقیقی روشنی کا منبع اسلام ہے جس کے سوتے سرزمین حجاز مقدس سے پھوٹے ہیں اور پوری دنیا کو روشن کر رہے ہیں۔

بقیہ حکمرانی و رعیت کی نگہبانی

ابو موسےٰ اشعریؓ کو جو عامل تھے ایک فرمان بھیجا کہ وہ عملدار نہایت ہی نیک بخت ہے جس سے رعیت نیک بخت ہو اور نہایت بدبخت عملدار وہ ہے جس سے رعایا بدبخت ہو۔ اگر کسی بادشاہ کے عامل سے ظلم سرزد ہو اور بادشاہ خاموش رہے تو گویا وہ ظلم خود اسی بادشاہ سے سرزد ہوا ہے اور بادشاہ کو اس کی جواب دہی کرنی پڑے گی۔

دسواں اصول: حاکم پر تکبر غالب نہ ہو کیونکہ تکبر سے غصہ غالب ہوتا ہے اور اس کو انتقام پر آمادہ کرتا ہے۔ تمام کاموں میں عفو اور بردباری کو پیشہ بنائے اور جان لے کہ جن لوگوں نے اس کو اپنا پیشہ بنایا وہ انبیاء علیہم السلام وصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اور اولیاء اللہ کی مانند ہوا اور اگر اس نے غصہ اور انتقام کو اپنا پیشہ ٹھہرایا تو وہ درندہ صفت انسانوں کی طرح ہوا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جس شخص کو تین چیزیں حاصل ہوں اس کا ایمان مکمل ہو گیا۔ جب اُسے غصہ آئے تو کسی باطل شے کا ارادہ نہ کرے اور جب خوش ہو تو حق تعالےٰ کو فراموش نہ کرے اور جب قادر ہو تو اپنے حق سے زیادہ نہ لے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

شعاعِ نور

مولانا وحیدی الحسینی فاضل دیوبند

سوادِ شب سے پھوٹی صبح کی پہلی کرن ساقی
اُلٹنے کو ہے محفل سے بساطِ اہرمن ساقی

نہ شورِ انجمن ساقی نہ زورِ علم و فن ساقی
جہاں کو اب سنوارے گا مرا دیوانہ پن ساقی

نفس کی آنچ سے روشن کریں جو شمعِ ہستی کو
انہیں کے دم سے قائم ہے فروغِ انجمن ساقی

نمودِ عشق کو پھر سے جلوۂ تجدید دینا ہے
پرانا ہو گیا نظارۂ دار و رسن ساقی

چمن رنگیں ہوا ہے جن کے خونابِ شہادت سے
انہیں کا حسن ہے آفاق میں پرتو فگن ساقی

جو غم کی تلخ کامی میں خوشی محسوس کرتے ہیں
انہیں کے رُخ سے پیدا ہے مسرت کی پھبن ساقی

خرد کی زور دستی سے تمدن چاک داماں ہے
کہیں بن کر نہ رہ جائے یہی چاکِ کفن ساقی

شعاعِ نور اب ظلمت فزائے بزمِ عالم ہے
کہ بجھ کر رہ گئی ہے شورشِ دل کی لگن ساقی

یہ زہرِ خود پرستی جسم و جاں ہی کو نہ لے ڈوبے
اشارہ کر رہی ہے تلخیٔ کام و دہن ساقی

جہاں سرو و سمن آپس میں خود دست و گریباں ہوں
وہ گلشن ہے کہاں شایانِ اربابِ وطن ساقی

جہاں مقصود ہو نشو و نمائے قالبِ خاکی
وہاں ممکن نہ ہوگا ارتباطِ جان و تن ساقی

کروں میں غیر سے کیا شکوۂ آزار وحیدی
کہ اپنی ہی طرف ہے خود مرا روئے سخن ساقی

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

ٹیلیفون نمبر ۹۰۵۴۵

۹۰۴۴۰

منظور شدہ محکمہ تعلیم — (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۴۳۳۱ مورخہ ۴ مئی ۱۹۵۹ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۲۸۱-۲۲۶ مورخہ ۸ ستمبر ۱۹۵۶ء (۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۲۹/۹/۶۲ D.D.9-۲۰۶۹۶ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۲ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر G.M/۳-۱۵۲۱۰ مورخہ ۳ مارچ ۱۹۶۷ء

بقیہ : خطبہ جمعہ

یہ سب کچھ بقالان یورپ کی کچھ روی اور کورانہ مغربی کا نتیجہ تھا جس کو ہم نے اپنا لیا اور آج ہم نے عورت کو منڈی کی ہر چیز کی تشہیر کا ذریعہ بنا لیا ہے

ہمارا خیال ہے کہ عورت کے حقوق کی بات تب تک ہے جب وہ گھر کی چار دیواری سے آزاد ہو کر ہر مقام پہ باہر آ جائے۔ ہندوستان کے پہلے کمانڈر انچیف جنرل کری آپا نے امرتسر میں بچیوں کو فوجی ٹریننگ کے بعد سندات تو دیں لیکن تقریر میں واضح طور پہ کہا کہ مجھے اس کی کوئی خوشی نہیں۔ میری اصل خوشی یہ ہے کہ یہ بچیاں شریف عورتوں کی طرح گھر میں رہ کر بچے سپاہی جنیں۔

یہ دشمن اور کافر کی بات تھی اور ہم مسلمان ہیں اس بے راہروی نے پورے معاشرہ کو گناہوں میں غرق کر دیا ہے۔

۵۔ پانچواں حکم اس آیت میں جو فرمایا وہ ہے انسانی جان کا تحفظ۔ اور فرمایا کہ جس کے مارنے کی اللہ نے اجازت دی ہے اس کے بغیر کسی پر مت دست درازی کرو۔ یعنی قاتل بشرطیکہ مقتول کے ورثا معاف نہ کریں۔ شادی شدہ زانی کہ اسے سنگسار کرنا ضروری ہے اور مرتد کے علاوہ باقی کسی کو مارنے کی اجازت نہیں دی اور ان جرائم میں حدود کے جاری کرنے کا دار و مدار بھی حکومت پر ہے۔ ہر کسی کو قانون اپنے ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں۔

یہ تو خدا کا حکم ہے اور ہم انسانی خون سے ہولی کھیل رہے ہیں۔ اور آج جتنا انسانی خون ارزاں ہے اتنی کوئی اور چیز ارزاں نہیں اور انہیں چیزوں نے ہمیں تباہ کر دیا ہے۔

جب تک ہم ان احکامات خداوندی پہ عمل نہیں کریں گے اس وقت تک ہمارا باعزت وقت گزارنا ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم پہ کاربند فرمائے۔

بقیہ : حُبِّ رسول ؐ

دل میں نفرت ہو مثلاً جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی خلاف ورزی کی یا دین میں بدعت ایجاد کی یا آپ کو ناراض کرنے کا کوئی عمل کیا اس کے خلاف دل میں نفرت ہو اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کو اپنا سمجھے۔

چھٹی علامت یہ ہے کہ قرآن کریم کے ساتھ محبت ہو کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن کریم تھا۔ قرآن کریم کے ساتھ محبت کا مطلب یہ ہے کہ اسے شوق سے تلاوت کرے، اسے سمجھنے کی کوشش کرے اور اس کے احکام پر عمل کرے۔

ساتویں علامت یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے والا شخص آپ کی امت کے ساتھ خیر خواہی کرتا ہے امت کی فلاح و بہبود کے لیے جد و جہد کرتا ہے اور نقصان اور ضرر بچانے کے لیے محنت کرتا ہے۔ چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے لیے شفیق و مہربان اور اس کی فلاح و نجات کے لیے کوشاں تھے اس لیے آپ کے ساتھ محبت کرنے والے کے جذبات بھی یہی ہونے چاہئیں۔

آٹھویں علامت یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کرنے والے شخص کو دنیا اور اس کی دولت کے ساتھ رغبت نہیں ہوتی۔

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے آپ سے محبت ہے۔ آپ نے فرمایا سوچ لے تو کیا کہہ رہا ہے۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے واقعی آپ سے محبت ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر واقعی تجھے میرے ساتھ محبت ہے تو فقر کے لیے تیار ہو جاؤ۔

عبیداللہ انور پرنٹر نے باہتمام کیمبرج پرنٹنگ پریس لاہور میں چھپوا کر شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع کیا۔